

## صرف قومی مفاد دیکھیے!

1970 سے لیکر 1971 تک کاعرصہ پاکستان میں بہت کم زیر بحث آتا ہے۔ قومی ہزیمت کے یہ ڈیڑھ سے دو برس ہمارے لیے ہر طرح سے قیامت تھے۔ مگر اسے مکمل طور پر فراموش کر دیا گیا ہے۔ چند برس پہلے امریکہ نے ساؤ تھ ایسٹ ایشیاء اور بالخصوص اس پورے دورانیہ کے خفیہ دستاویزات جاری کیے ہیں۔ ان میں تفصیل سے تجھی خان، اندر اگاندھی، امریکی صدر رچرڈ نکسن اور وزیر خارجہ ہنری کیسینجر کے پیغامات، تقاریر، خفیہ میٹنگز، درپرداز سفارت کاری، ہرنکتہ انتہائی تفصیل سے درج ہے۔ اسے ”نکسن پیپرز“ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں کوئی بھی لکھاری ان اہم ترین اکشافات کے متعلق بات نہیں کرتا۔ میرا آج کا موضوع ”نکسن پیپرز“ نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ کسی اور زاویہ سے گزارش کر رہا ہو۔ امریکی صدر کو 1971 میں بتایا گیا کہ اندر اگاندھی نہ صرف پاکستان کو توڑنا چاہتی ہے۔ بلکہ خصوصاً مغربی پاکستان کی سلیت کے درپے بھی ہے۔ پاکستان کے ساتھ ملحقہ آزاد کشمیر بھی اسکی دسترس میں ہے۔ اور ہاں، اندر اگاندھی کے عزم کرو کنے کیلئے پاکستان کے پاس حد رجہ معمولی صلاحیت ہے۔ تفصیل کو نظر انداز کرتے ہوئے عرض ہے کہ رچرڈ نکسن اپنی تمام میٹنگز میں واحد شخص ہوتا تھا، جو ہر قیمت پر مغربی پاکستان کو بچانا چاہتا تھا۔ ہنری کیسینجر اور تمام امریکی ادارے نکسن کی سوچ کے آزاد خلاف تھے۔ یہ تمام اہم ترین باتیں بروس ریڈل (Bruce Riedel) کی کتاب Avoiding Armageddon میں بھی انتہائی باریکی سے موجود ہیں۔ نکسن مغربی پاکستان کی سلیت کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے اندر اگاندھی کے متعلق شدید تحفظات کا اظہار کرتا تھا۔ اندر اگاندھی کو ”سٹھیائی ہوئی بڑھیا“ کے نام سے پکارتا تھا۔ رچرڈ نکسن کے حد رجہ دباو کی بدولت، اندر اگاندھی نے پیغام بھجوایا کہ مغربی پاکستان کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ مگر نکسن، اس پر اعتبار کرنے کیلئے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ ہندوستان کے قریبی ترین دوست ملک، روس نے بھارتی وزیر اعظم کے متعلق گارنی دی کہ مغربی پاکستان کو ختم نہیں کیا جائیگا۔ معاملہ صرف اور صرف مشرقی پاکستان تک ہی محدود رہیگا۔ اگر ان معروضات پر اعتبار نہیں ہے تو نکسن پیپرز اور مندرجہ بالا کتاب کو خود پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ آج ہم جس پاکستان میں سانس لے رہے ہیں اسکو برقرار رکھنے میں امریکی صدر نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ مگر ہم ہر اہم ترین بات کی طرح یہ سچ بھی فراموش کر چکے ہیں۔

پاکستان کے دولخت ہونے کا رد عمل تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ سانحہ کے بعد ہم اپنے تمام نظام اور اقدامات کا تقیدی جائزہ لیتے۔ اپنی سوچ میں جو ہری تبدیلی لاتے۔ دو برس فیصلے کرتے۔ پاکستان کی فلاں و بہبود کیلئے انقلابی منصوبہ بندی کرتے۔ زراعت اور صنعت میں بے مثال ترقی کر کے عوام میں خوشحالی لیکر آتے۔ دس بیس سال کی بھرپور محنت سے پاکستان کو دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی فہرست میں شامل کروالیتے۔ مگر ہماری مسلسل بد قسمتی کی بدولت، ایسا کچھ بھی نہیں ہوا اور نہ اس ثابت طرف جانے کا کوئی چلن ہے۔ جو کچھ تمیں پہنچیں برس سے قومی تحریک پر ہو رہا ہے۔ وہ 1947 سے اب تک ایک ہی ڈگر سے جاری و ساری ہے۔ موجودہ صورتحال میں کسی قسم کی ترقی کا نتھ تک موجود نہیں ہے۔ جدت اور عملیت پسندی کے پھلدار درخت کی تونیر بات کرنا ہی عبث ہے۔ کشید شدہ سچ یہ ہے کہ ہمارے نوابے

فیصلہ لوگوں کو حق اور حقیقت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ بقول حضرت علامہ اقبال، یہ غافل اور سونے ہوئے لوگ ہیں۔ انکو خواب خرگوش سے جگاناحد درجہ مشکل کام ہے۔ اپنے ہی ملک سے اتنی بے اعتنائی کم از کم اس جدید دور میں طالبعلم کو کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ ایسے لگتا ہے کہ ہمیں دنیا کی ہر ضروری، غیر ضروری اور حد درجہ فضول چیز میں دلچسپی ہے۔ اگر نہیں ہے تو اپنے ملک سے عملی لگاؤ نہیں ہے۔ لفظی ترانوں، اعلانات، پیغامات اور جذباتیت کی بات نہیں کر رہا۔ لفاظ میں تو شائد ہی کوئی قوم ہم سے بازی لے سکے۔ کیونکہ ہم ہیں، جملوں کے بازی گر۔ اپنے ملک کو عملی طور پر آگے لیجانے کی ہمت، استطاعت اور سوچ کا ہم سے دور کا لینادینا نہیں ہے۔ ان تمام خیالات کے اٹھار کی وجہ گزشتہ چند برسوں سے ہماری انتہائی سطحی ترجیحات کا فروغ پانا ہے۔ قومی بزرگ ہر اس وقت گلا پھاڑ کر اس خطے میں ایک نئی "ملکی صفائی" کا بیانیہ عام لوگوں کو رثار ہے ہیں۔ فرمان ہے، پاکستان، ایران، ترکی، ملائشیا اور چین ایک نئے اتحادی کی صورت سے اُبھر رہے ہیں۔ کچھ لوگ اس گروپ میں روس کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اسکے مقابلے میں ہندوستان، امریکہ اور اسرائیل میں ایک نیا اتحاد قائم ہو رہا ہے۔ پاکستان کی مجموعی فضای میں ایک ایسا جذباتی ماحول قائم کیا جا رہا ہے جس میں وضاحت سے کہا جا رہا ہے کہ اب کچھ ہی سالوں میں ہم لوگ، اس نئی گروہ بندی سے بیت المقدس تک پہنچ جائیں گے۔ اسلامی ممالک کی قیادت کی نئی دستار بھی تیار ہے۔ پاکستان اسکے لیے تیار ہے۔ مبالغہ آرائی کی حدیہ ہے کہ قومی سطح پر ہمیں یہ بیانیہ بیچا جا رہا ہے کہ ہمارا ملک تو پیدا ہی اسلامی دنیا کی لیڈری کیلئے ہے۔ بس تھوڑا سا انتظار کیجئے۔ امریکی صدر، ہندوستانی وزیر اعظم اور اسرائیلی قیادت گھٹنوں کے بل ہمارے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گی کہ حضور، دنیا تو آپکے قدموں تلے روندی جا چکی ہے۔ بس ایک مہربانی کیجئے۔ ہمارے جیسے کمزور ملکوں کا خیال کر لیجئے گا۔ یہ سب کچھ حد درجہ خطرناک خواب ہے۔ ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ اکثریت اس پر یقین کر چکی ہے یا کرنا چاہتی ہے۔ اسکی ایک اور بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی بھی جان کو خطرے میں ڈال کر سچ بتانے، لکھنے اور کہنے کو تیار نہیں ہے۔ ہاں، جو لوگ اس خواب کو فروخت کر رہے ہیں وہ خوب مزے میں ہیں اور حد درجہ پیسہ کمار ہے ہیں۔

ترکی سے شروع کر لیجئے۔ ترکی صدر اپنے ملک میں حد درجہ تنازعہ شخصیت ہیں۔ محتاط الفاظ میں عرض کروزگا کہ انکے خاندان پر مالیاتی ازمات کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ پاکستان میں ترک صدر کو مسلمانوں کی فلاح کا ایک دیومالائی نمائندہ بنادیا گیا ہے۔ بیانات کی حد تک تو یہ مغروضہ درست نظر آتا ہے۔ برما میں مسلمانوں پر ظلم ہو، تو انکی آواز سنائی دیتی ہے۔ شاہی جوڑاں جا کر روہنگا مسلمانوں کیلئے خوب آنسو بہاتا ہے۔ مگر یہ ذکر نہیں کیا جاتا کہ شام میں مسلمانوں ہی کے قتل عام میں ترکی سب سے زیادہ فعال ہے۔ ترکی، یوائے ای کی بھرپور مذمت کرتا ہے کہ اس نے اسرائیل سے روابط قائم کر کے غداری کا ثبوت دیا ہے۔ مگر اردنگان اسرائیل کے ساتھ بہترین سفارتی اور تجارتی تعلقات رکھے ہوئے ہے۔ اپنے ملک کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو وہ کبھی بھی زیر بحث نہیں لائے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود، فلسطین کے مظلوم لوگوں کے ساتھ پچھتی کا ثبوت دیتے ہوئے اسرائیل سے اپنے تعلقات ختم کر لیتے۔ مگر صاحبان! ترک صدر نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ کیوں۔ اسیلے کہ زبانی جمع خرچ اپنی جگہ، مگر عملی طور پر ترک قیادت سب سے پہلے اپنے ملک کے مفادات کی ضامن ہے۔ اور یہیں سے ہمارا اور انکا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ ہم اپنے قومی مفاد کو جو تے کی نوک پر رکھتے

ہوئے ہر بین الاقوامی متنازع میں کو دن اپنی شان سمجھتے ہیں۔ مگر ترکی تمام دیگر ممالک کی طرح اپنے مفادات کا اسیر ہے۔ جو کہ ایک راست قدم ہے۔ ملائشیا کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ ملائشیا میں ہمارا اتحاد مہاتیر کے ساتھ تھا۔ اپنے ملک کا عظیم قائد۔ لیکن اسے تو وہاں کی عوام نے وزارت عظمی سے نکال باہر کیا۔ کیا واقعی مہاتیر، پاکستان کیلئے سودمند ثابت ہو سکتے ہیں۔ قطعاً نہیں۔ ہرگز نہیں۔ انہوں نے اپنے ملک کو ترقی دی اور ہمارے لیے صرف بیانات اور جملے بازی۔ عجیب بات ہے کہ ہم ملائشیا کے اس لیڈر کے بیانات پر حدرجہ خوش ہیں۔ تعریف کرتے ہیں کہ وہ بھئی وہ، مہاتر نے کشمیر کے مسلمانوں کیلئے کیا قیامت خیز تقریر کی ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ کشمیر دراصل مسئلہ تو ہمارا ہے۔ اسکو ہم اور ہمسایہ ملک کے علاوہ کوئی اور حل نہیں کر سکتا۔ مگر اب ہم کوئی سمجھیدہ بات سننے کو تیار ہی نہیں ہیں۔ روں کے متعلق بات کی جاتی ہے۔ تھوڑی سی تحقیق کر کے دیکھیے۔ آج بھی روں کے تعلقات، ہندوستان سے حدرجہ خوشنگوار ہیں۔ آج بھی انکے درمیان آن گست دفاعی، ثقافتی، تجارتی اور سماجی معابدے موجود ہیں۔ روں 2020 میں ہمارے ملک کیلئے کتنا فائدہ مند ہے۔ اس پر دلیل سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔ روں کا پاکستان سے ایک گلہ ہے، جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہم نے سوویت یونین کو امریکہ کے سہارے ختم کرنے میں کردار ادا کیا۔ پھر اس جنگ کو اپنے ملک میں لے آئے۔ یہ آگ اب پاکستان کو بڑی طرح جھلساری ہے۔

چین کے ساتھ ہمارے تعلقات بہتر ہیں۔ مگر پاکستان میں کوئی یہ ذکر نہیں کرتا کہ ہندوستان اور چین میں چوراہی بلین ڈال رکی باہمی تجارت ہے۔ چین ایک تاجر ملک ہے اور وہ صرف اور صرف اپنے مفادات کے تحت کام کرتا ہے۔ لاہور کی سب سے بڑی مارکیٹ، یعنی شاہ عالمی مارکیٹ میں چلے جائیں۔ پاکستان کے درمیانے درجہ کی مصنوعات کے کاروباری لوگوں سے بات کریں۔ وہ بتا دینگے کہ چینی مصنوعات کی بدولت انکے کاروبار ٹھپ ہو کر رہ چکے ہیں۔ اب وہ کچھ بھی نہیں بنارہے۔ صرف چینی مصنوعات بیچ رہے ہیں۔ ہم مکمل طور پر چین کی ایک کالوںی بن چکے ہیں۔ جو چینی قیادت سے ہر دم مراعات اور پیسے لینے کیلئے جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں۔ ہاں، جس ملک نے 1971 میں عملی طور پر ہمیں تباہی سے بچایا۔ اسکے ہم سخت ناقد ہیں۔ پستہ قربو نے ہمیں سمجھاتے ہیں کہ امریکہ سے منفی تعلقات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر بیچ یہ ہے کہ امریکہ کی دشمنی ہمیں توقع سے زیادہ مہنگی پڑ سکتی ہے۔ خدارا، اپنے قومی مفادات کو سامنے رکھیں۔ شائد بہتر فیصلے ہو پائیں۔ مگر یہاں پاکستان کے حق میں فیصلے کرنے والا کون ہے۔ ہم نے تو یوشیم کو فتح کرنے سے پہلے اور کوئی کام نہیں کرنا؟ ہاں! ایک اہم ترین کام تو فراموش ہی کر دیا۔ سعودی عرب اور ایران کی چودہ سو برس سے جاری جنگ کو ختم کرو اکرانگی صلح بھی کروانی ہے؟